بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرحوم نے فدیہ کی وصیت نہ کی ہو تو فدیہ دینے کا حکم

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر میت نے وصیت نہ کی ہو اور ولی اس کی نمازوں، روزوں کا فدیہ دینا چاہے، تو کیا دے سکتا ہے اور اگر دے سکتا ہے، تو کیا شرعی فقیر کو دینا ضروری ہے، یا کسی بھی فرد کو (خواہ وہ غنی ہو یا میت کے اصول و فروع میں سے ہو یا ہاشمی ہو، ان) کو دے سکتا ہے؟

جواب

جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمے قضا نمازیں اور روزے ہوں اور اس نے ان کا فدیہ ادا کرنے کے متعلق وصیت بھی نہ کی ہو، یا مال ہی نہ چھوڑا ہو کہ جس کے متعلق وصیت کرتا، لیکن ورثا اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا چاہیں، تو ان کا ایسا کرنا بلاشبہ جائز، بلکہ باعث ثواب اور اس کے ساتھ بہت بڑی خیر خواہی اور عمدہ نیکی ہے۔ ایسی صورت میں فدیہ کس کو دیا جائے گا؟ تو قوانینِ شرعیہ اور عباراتِ فقہاء سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فدیہ کے مَصرف کے معاملے میں وصیت و عدم وصیت دونوں صورتیں برابر ہیں، یعنی جس طرح میت نے وصیت کی ہو، تو اس کی نمازوں، روزوں کا فدیہ مستحقِ زکوۃ شخص (یعنی غیر ہاشمی، شرعی فقیر کہ جو میت کے اصول و فروع میں سے نہ ہو، اس) کو ہی دیا جا سکتا ہے، اسی طرح جب میت نے وصیت نہ کی ہو، تب بھی خاص ایسے شرعی فقیر کو ہی دینا ضروری ہے، لہٰذا غنی، میت کے اُصول و فروع اور ہاشمی کو فدیہ نہیں دے سکتے۔

تفصیل: اس صورت میں وصیت اور عدم وصیت کا حکم برابر ہونے کی درج ذیل چند وجوہات ہیں،

(1) **مطلق اصول**؛ فقہائے کرام نے مطلقاً یعنی میت کی طرف سے وصیت و عدمِ وصیت دونوں صورتوں میں شرعی فقیر کو ہی کفارہ دینے کا حکم بیان کیا ہے۔ (جیسا کہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے صراحت کی)۔

(2) **فقہی تصریحات**؛ جہاں بطورِ خاص عدمِ وصیت کی صورت ذکر کی، وہاں بھی ولی کے لیے تبرع کا حکم بیان کرنے کے باوجود شرعی فقیر کو کفارہ دینے کی صراحت کی۔ (مزید تفصیل نیچے جزئیات کے ساتھ ملاحظہ کیجیے۔)

(3) **فقہی نظیر**؛ جہاں مالی عبادات اور کفارات (مثلاً؛ زکوۃ، صدقہ فطر، قسم اور منت کے کفارے) کے فدیے کے متعلق یہ فرمایا کہ اگر فوت ہونے والے نے ادائیگی کی وصیت نہ کی ہو، تو ورثا بطور تبرع بھی ادا کر سکتے ہیں، وہاں ان کی ادائیگی کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ فقیر یا مسکین کو دیئے جائیں۔ فقیر اور مسکین کی قید کے ساتھ ذکر کرنا اس بات کی طرف مشعر ہے کہ ولی اگر بطور تبرع بھی دے

گا، تو مصارف وہی رہیں گے، جو زندگی میں ادا کرتے وقت ملحوظ ہوتے ہیں، لہٰذا جس طرح زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ کے کفارے میں شرعی فقیر کو دینا لازم ہے، یونہی نماز، روزہ کے فدیے میں بھی اسی کو دینا لازم ہوگا۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ جس طرح دیگر صدقاتِ واجبہ (زکوۃ، صدقہ فطر، منت، وغیرہا) اپنے اُصول (ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی اوپر تک آباء واجداد) وفروع (بیٹے بیٹیوں، پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں نیچے تک اولاد) میں سے کسی کو نہیں دے سکتے، نہ ہی ہاشمی کو دے سکتے ہیں، اسی طرح نماز، روزے کا فدیہ بھی میت کے اصول وفروع اور ہاشمی کو نہیں دے سکتے، خواہ فوت ہونے والے نے وصیت کی ہو، یا نہ کی ہو۔

بالترتیب جزئیات ملاحظہ کیجیے؛

فوت ہونے والے نے فدیہ ادا کرنے کی وصیت نہ کی ہو، تب بھی ورثا اس کا فدیہ ادا کر سکتے ہیں، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری اور عامۂ کتب فقہ میں ہے: ”وفي فتاوى الحجة وإن لم يوص لورثته وتبرع بعض الورثة يجوز“ ترجمہ: اور فتاوی حجۃ میں ہے کہ اگر اس نے اپنے وارثوں کو وصیت نہیں کی اور بعض ورثا نے تبرعاً فدیہ دے دیا، تو جائز ہے۔ (الفتاویٰ الھندیہ، جلد 1، صفحہ 125، مطبوعہ کوئٹہ)

فقہائے کرام نے مطلقاً یعنی میت کی طرف سے وصیت وعدمِ وصیت دونوں صورتوں میں شرعی فقیر کو فدیہ دینے کی صراحت فرمائی،

علامہ شامی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کفارہ، فدیہ اور حیلہ اسقاط کے متعلق مکمل رسالہ ”منۃ الجلیل لبیان اسقاط علی الذمۃ من کثیر و قلیل“ تحریر کیا اور اس میں اولاً فدیہ کے متعلق وصیت وعدم وصیت دونوں کا ذکر کیا، پھر ان کا ایک ہی حکم بیان کیا، چنانچہ لکھتے ہیں: ”بیان الاسقاط والکفارۃ والفدیۃ، وکونہ بوصیۃ من الشخص اولیٰ من ان یفعلہ عنہ وارثہ تبرعاً وھو یجری فی الصلاۃ، **والواجب فیھا ان یعطی للفقیر عن کل فرض نصف صاع من بر... الی غیر ذالک مما ذکر فی باب الفطرۃ**“ ترجمہ: اسقاط، کفارہ اور فدیہ کا بیان: اور ورثا کے تبرعاً فدیہ ادا کرنے سے بہتر یہ ہے کہ کوئی بھی شخص فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرے، فدیہ کا یہ حکم نماز کے متعلق بھی ہے **اور فدیہ ادا کرنے میں واجب یہ ہے کہ فقیر کو ہر فرض کے بدلے نصف صاع گندم دی جائے یا دیگر چیزیں جو فطرہ کے باب میں بیان کی جاتی ہیں۔** (رسائل ابن عابدین، رسالۃ: منۃ الجلیل، جلد 1، صفحہ 210، سہیل اکیڈمی، لاہور)

اسی طرح علامہ حافظ الدین محمد بن محمد بزّازی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سال وفات: 827ھ) نے بھی ”فتاوی بزازیہ“ میں بیان کیا۔ (الفتاوی البزازیۃ علی حاشیۃ الھندیہ، التاسع عشر فی الفوائت، جلد 4، صفحہ 69، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) نے بھی فتاوی بزازیہ کے جزئیے کو اپنے رسالہ ”تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلاۃ والصیام“ میں نقل کر کے برقرار رکھا۔

مفتی اعظم ہند، مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1402ھ/1981ء) سے ”فتاوی مصطفویہ“ میں فدیہ کی ادائیگی کے معاملے میں دو مختلف رائج طریقوں کے متعلق سوال ہوا، دونوں سوال جواب ملاحظہ کیجیے۔

پہلے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ علاقے میں رواج ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہوجاتا ہے، تو وہاں حیلہ اسقاط کا طریقہ یہ اپنایا جاتا ہے کہ چند قرآن کریم جن کا ہدیہ 8 آنے سے زیادہ نہیں ہوتا اور نہایت بوسیدہ ہوتے ہیں، کسی نے اسی غرض سے رکھے ہوتے ہیں، میت کے ورثا خرید کر مستحق و غیر مستحق کا لحاظ کیے بغیر مسجد کے امام کو دیتے ہیں، امام صاحب لے کر طاق میں رکھ لیتے ہیں، پھر جب کوئی فوت ہوتا ہے، تو یہی عمل دہرایا جاتا ہے، یوں انہی قرآن کریم کے بدلے میں امام صاحب رقم لیتے رہتے ہیں، توان کا ایسا کرنا اور یوں اسقاط کا عمل کرنا کیسا؟

تواس کے جواب میں آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: یہ رواج برا ہے۔ بازار بھاؤ سے جو کاغذ کی قیمت ہوگی وہی اسقاط کے حساب میں آئے گی، **وہ بھی اس وقت جب کہ مستحق کو پہنچے** اور اگر اسقاط میں وہ قرآن عظیم نہیں دئیے جاتے، بلکہ یوہیں بغرض ایصال ثواب دئیے جاتے ہیں، تو جب کہ وہ ناقابل تلاوت ہیں، تو قرآن عظیم دینے سے جو مقصود ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔

دوسرے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ علاقے میں رواج ہے کہ جب کوئی فوت ہوجائے، تو اس علاقے کے سب ائمہ کو جمع کیا جاتا ہے، پھر مستحق، غیر مستحق کی تفریق کے بغیر میت کا فدیہ دیا جاتا ہے، اس میں بھی یہ ہوتا ہے کہ جس علاقے کے لوگوں نے دوسرے علاقے کے امام کو کچھ دیا ہوتا ہے، تو بدلے میں اس علاقے کے امام کو دیا جاتا ہے، ورنہ اس کو بھی کچھ نہیں دیا جاتا، ایسا کرنا شرعاً کیسا؟

تو آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جواباً فرمایا: ”یوں تقسیم یہ سرے ہی سے ناجائز ہے، جبکہ اس میں مستحق نا مستحق کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا، ایک جگہ کی مسجد کا امام مستحق ہے، اسے دیا گیا، تو یہ دینا ٹھیک ہوا، دوسری جگہ کا، نا مستحق ہے، اسے دیا گیا، یہ جائز نہ ہوا، نہ اس کے دیئے اسقاط، صحیح۔ اور پھر اس خیال سے کہ وہاں کے لوگوں نے ہمارے یہاں کے امام کو دیا تھا ہم وہاں کے امام کو دیں، نہ دیں گے تو مفت نزاع ہوگا یہ دینا خالصا خدا کے لئے دنیا بھی نہ ہوا، جو اس پر لڑتے ہیں، جاہل ہیں، گناہ کرتے ہیں۔ اور اگر اس کا لحاظ بھی رہے کہ نا مستحق کو نہ دیا جائے، مستحقین ہی کو پہونچے جب بھی اس طریقہ کو ضروری خیال کرنا ٹھیک نہیں۔ کہ جب مساکین ہی کو دینا ہے تو وہ جہاں کے ہوں اور اپنے محتاج اقرباء کا خیال مقدم پھر الاقرب فالاقرب نیز الاحوج، فالاحوج پر نظر بہتر۔ امام زمرہ فقراء و مساکین میں وہی داخل ہوگا جو فقیر و مسکین ہو۔ امامت مسکینی نہیں کہ جو امام ہو مسکین ہو۔ **جو امام مسکین ہے، اسے فدیہ لینا جائز ہے جب کہ ہاشمی نہ ہو۔ جو مسکین نہیں، اسے حرام ہے۔** قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ، نہ اسے دینا جائز، نہ اسے دئیے فدیہ ادا ہو، نہ میت کو اس کا کوئی ثواب کہ نا مستحق کو دینے کا کوئی ثواب ہی نہیں۔“ (فتاوی مصطفویہ، ملخصاً، جلد 1، صفحہ 147-156، مطبوعہ شبیر برادرز، لاھور)

یونہی مفتی محمد وقارالدین رضوی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 1413ھ/1992ء) سے سوال ہوا کہ ”نماز یا روزوں کا فدیہ کس قسم کے لوگوں کو دیا جاسکتا ہے؟ کیا اس میں زکوٰۃ کی طرح کچھ حدود و قیود ہیں؟ تو جواب میں فرمایا: ”نماز، روزے کا فدیہ انہیں لوگوں کا دیا جاسکتا ہے، جو زکوۃ کے مستحق ہیں۔“ (وقار الفتاوی، جلد 1، صفحہ 196، بزم وقار الدین، کراچی)

یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ فقہائے کرام نے فدیے کے باب میں دو طرح کا کلام کیا، ایک ولی اور وارث کے حق میں ادائیگی کے لحاظ سے کہ اس پر کب دینا واجب اور کب نفل؟ اور دوسرا میت کے ذمہ سے ساقط ہونے کے اعتبار سے کہ کس طرح ادائیگی کی جائے گی، تو میت بریٔ الذمہ ہوگی؟ تو وارث کے اعتبار سے تو تقسیم کاری کی وصیت کی صورت میں واجب اور وصیت نہ ہو، تو نفل۔ لیکن میت کے ذمہ سے ساقط ہونے کے طریقے میں کوئی تقسیم کاری نہیں کی، بلکہ مطلقاً فرمایا کہ بہر صورت مسکین یا شرعی فقیر کو دینا ہی ضروری ہے۔ بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وصیت کے بغیر دینے والا اگرچہ یہ فعل بطورِ تبرع کے کر رہا ہے لیکن ولی یا وارث چونکہ میت کے ذمہ پر واجب عبادات کا فدیہ اسی کی طرف سے ادا کرتا ہے، اس لیے اس کی طرف سے ادائیگی درست ہونے کے لیے زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کے مصرف یعنی شرعی فقیر کا ہونا ہی ضروری ہے اور اسی وجہ سے فقہائے کرام نے **خاص عدم وصیت کی صورت میں بھی شرعی فقیر ہی کو فدیہ دینے کی صراحت کی ہے،** **چنانچہ** علامہ شامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے رسالہ "شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ" میں لکھتے ہیں: "واعلم المذکور فیما رأیتہ من کتب ائمتنا فروعا واصولا انہ اذا لم یوص بفدیۃ الصوم یجوز ان یتبرع منہ ولیہ وھو من لہ التصرف فی مالہ بوراثۃ او وصایۃ قالوا: ولو لم یملک شیأ یستقرض الولی شیأ فیدفعہ للفقیر ثم یستوھبہ منہ ثم یدفعہ لآخر وھکذا حتی یتم" ترجمہ: اور میرے علم کے مطابق ہمارے ائمہ کی کتب اصول و فروع میں یہ مذکور ہے کہ جب میت نے فدیۂ صوم کی وصیت نہ کی ہو، تو اس کا ولی بطور نفل فدیہ دے سکتا ہے اور ولی سے مراد وہ شخص ہے جو اس کے مال میں بطور وارث یا وصی ہونے کے اعتبار سے تصرف کر سکتا ہو، فقہائے کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ولی کسی چیز کا مالک نہ ہو، **تو کسی سے قرض لے کر فقیر کو دے اس سے بطور ہبہ واپس لے پھر فقیر کو دے،** اسی طرح بار بار کیا جائے حتی کہ فدیہ مکمل ادا ہو جائے۔

(رسائل ابن عابدین، رسالۃ: شفاء العلیل، جلد 1، صفحہ 196، سہیل اکیڈمی، لاہور)

علامہ شُرُنبلالی حنفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1069ھ/1658ء) "امداد الفتاح" میں لکھتے ہیں: **"لم یوص بشيء وأراد الولي التبرع بما لا یفي بذلك عن الواجبات التي بیناها (یدفع ذلك المقدار للفقیر) بقصد إسقاط ما یرید عن المیت** (فیسقط عن المیت بقدره ثم) بعد قبضه (یهبه الفقیر للولي ویقبضه) لتتم الهبة و تملك (ثم یدفعه) الولي للفقیر بجهة الإسقاط (فیسقط عن المیت بقدره) أیضاً، ثم (یهبه الفقیر للولي ویقبضه ثم یدفعه) الولي (للفقیر، وهكذا) یفعل مراراً (حتی یسقط ما كان) یظنه (علی المیت من صلاة وصیام) ونحوهما مما ذكرناه من الواجبات وهذا هو المخلص في ذلك ان شاء بمنه و كرمه" ترجمہ: اگر میت نے وصیت نہ کی اور ولی اتنے مال کے ذریعے تبرعاً ادا کرنا چاہے جو میت کے ان واجبات کو پورا نہیں کرتا جسے ہم نے بیان کر دیا، تو وہ جتنے واجبات میت کی طرف سے ادا کرنا چاہتا ہے، ان کو ساقط کرنے کی نیت سے اتنی مقدار فقیر کو دے گا، تو میت سے اسی کی مقدار ساقط ہو جائے گی پھر قبضہ کے بعد فقیر وہ مال، ولی کو ہبہ کر دے اور ولی قبضہ کر لے تاکہ ہبہ تام ہو جائے اور مالک ہو جائے پھر ولی (دوبارہ) اسقاط کے طور پر فقیر کو دے، تو میت سے واجبات کی اتنی مقدار ساقط ہو جائے گی، پھر فقیر وہ مال، ولی کو ہبہ کر دے اور وہ قبضہ کر کے دوبارہ فقیر کو دے دے، اسی طرح بار بار کرتا رہے یہاں تک کہ وہ میت پر جن نماز، روزوں اور ان کی مثل

واجبات میں سے ہماری بیان کردہ چیزوں کا گمان کرتا ہے، وہ سب ساقط ہوجائیں، اگر اللہ نے چاہا تو اس کے فضل و کرم سے اس معاملے میں یہی خلاصی کی صورت ہے۔ (امداد الفتاح، صفحہ 485، مطبوعہ کوئٹہ)

یہی مفہوم وقار الفتاوی میں بھی موجود ہے۔ (وقار الفتاوی، جلد 1، صفحہ 195، مطبوعہ بزمِ وقار الدین)

فقہی نظیر کے جزئیات:

کسی نے اپنی زکوۃ، وغیرہ صدقاتِ واجبہ ادا نہ کیے اور وصیت بھی نہ کی، تو ورثا بطورِ تبرع ادا کر سکتے ہیں، چنانچہ علامہ زَبیدی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 800ھ/1397ء) لکھتے ہیں: "وإذا مات من عليه زكاة أو فطرة أو كفارة أو نذر ۔۔۔ ولم يوص بذلك لم تؤخذ من تركته عندنا إلا أن يتبرع ورثته بذلك وهم من أهل التبرع" ترجمہ: جب کوئی ایسا شخص فوت ہوجائے کہ اس کے ذمے زکوۃ، فطرہ، کفارہ، منت کی ادائیگی باقی تھی اور اس نے مرنے سے پہلے ان کے متعلق وصیت بھی نہ کی، تو ہمارے نزدیک اس کے ترکہ میں سے ان کی ادائیگی نہیں کی جائے گی، البتہ اگر ورثا بطورِ احسان ادائیگی کریں اور وہ تبرع کے اہل بھی ہوں، تو جائز ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ، جلد 01، صفحہ 135، المطبعۃ الخیریۃ)

ان چیزوں کے کفارے کی ادائیگی میں شرعی فقیر کا لحاظ ضروری ہے، جیسا کہ اس کی صراحت کرتے ہوئے ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 587ھ/1191ء) لکھتے ہیں: "وإن لم يؤد حتى مات أثم لتضييق الوجوب عليه في آخر العمر، وهل يؤخذ من تركته؟ ينظر إن كان لم يوص لا يؤخذ ويسقط في حق أحكام الدنيا عندنا كالزكاة والنذر، ولو تبرع عنه ورثته جاز عنه في الاطعام والكسوة، وأطعموا في كفارة اليمين **عشرة مساكين أو كسوتهم**، وفي كفارة الظهار و الافطار **أطعموا ستين مسكينا** ولا يجبرون عليه" ترجمہ: اور اگر کسی نے (واجب کفارہ وغیرہ) ادا نہ کیا حتی کہ مر گیا، تو زندگی کے آخری حصے میں وجوب کو تنگ کر دینے (یعنی تاخیر کرتے رہنے) کی وجہ سے وہ گناہ گار ہوگا۔ (اب) کیا اس کے ترکے سے ادا کیا جائے گا یا نہیں؟ اگر اس نے وصیت نہ کی ہو، تو ہمارے نزدیک اس کے ترکے سے نہیں لیا جائے گا اور دنیاوی احکام کے لحاظ سے ساقط ہو جائے گا، جیسا کہ زکوٰۃ اور نذر کا حکم ہے۔ البتہ اگر اس کے ورثا اس کی طرف سے بطورِ تبرع ادا کر دیں، تو کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے کی صورت میں یہ جائز ہوگا اور ورثا **قسم کے کفارے میں دس مسکینوں کو کھانا کھلائیں یا انہیں کپڑا پہنائیں اور ظہار اور روزہ توڑنے کے کفارے میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں**، لیکن ورثا کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع، جلد 5، صفحہ 96، مطبوعہ مصر)

یہی بات امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے "جد الممتار" میں لکھی: "(فائدة مهمة): لو أن رجلا وجب عليه كفارة يمين ۔۔۔ مات ۔۔۔ وإن لم يوص وأحبوا أن يكفروا عنه لم يجزء هم أقل من إطعام عشرة مساكين أو كسوتهم، ولا يجوز لهم أن يعتقوا عنه" ترجمہ: مفہوم اوپر گزر چکا۔ (جد الممتار، ملخصاً، جلد 3، صفحہ 522، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اور فتاوی رضویہ میں نماز و روزہ اور زکوٰۃ سب کے لیے فدیہ کا حکم بیان کرتے ہوئے فقیر کو دینے کا حکم بیان کیا، چنانچہ امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ لکھتے ہیں: "ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس فدیے ہوئے اور تیس فدیے یعنی فدیے

رمضان المبارک کے ملا کر دو ہزار ایک سو ساٹھ، انہیں ساٹھ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ انتیس ہزار چھ سو ہوتے ہیں، **اتنی بار وارث و فقیر میں** تصدق وہبہ کی الٹ پھیر ہونی چاہیئے، **تو فدیہ ادا ہو**، یہ صرف صوم و صلوۃ کا فدیہ ہوا، اور ہنوز اور بہت فدیے و کفارے باقی ہیں، **مثلاً زکوۃ فرض کیجئے** ہزار روپے زکوۃ کے اس (میت) پر مجتمع ہو گئے تھے اور نیم صاع کی قیمت دو آنے ہے، **تو آٹھ ہزار دورہ بہ نیت زکوۃ دینے لینے کو درکار ہیں۔**" (فتاوی رضویہ، جلد 10، صفحہ 540، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ان جزئیات سے واضح ہوا کہ زکوٰۃ، قسم اور منت کے کفارے کی طرح نماز و روزہ کے فدیہ میں بھی شرعی فقیر کو دینا ضروری ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: Fsd-10003

تاریخ اجراء: 06 ذوالحجۃ الحرام 1447ھ/23 مئی 2026ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.fatwaqa.com
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net